

ڈاکٹر کبیر احمد جالسی

مطالعات علوم اسلامیہ اور روس

(انقلاب روس سے پہلے)

۱۹۵۴ء میں ماسکو کی اکیڈمی آف سائنسز کی طرف سے مشہور مستشرقین اے سمرفون کی ایک کتاب "روس میں مطالعات علوم اسلامیہ کی تاریخ کا مجمل خاکہ" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی جو ۲۷۵ صفحات پر محیط ہے۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں گیارھویں صدی عیسوی سے لے کر انقلاب روس سے پہلے تک روس میں اسلام اور اسلامی علوم پر جو کام ہوئے ہیں۔ ان میں اہم اور نمائندہ کاموں کا تعارف کرایا ہے۔ اہل کتاب روسی زبان میں لکھی گئی ہے جس پر ایک انگریزی سہ ماہی مجلہ "سنٹرل ایشین ریویو" لندن کے تبصرہ نگار نے تین شماروں میں دو جلد ۲ ص ۲۸۲، ۲۹۴، جلد ۳ ص ۷۶-۸۸ اور ص ۱۶۴-۱۷۴ میں خاصہ مفصل تبصرہ کیا ہے۔ عام اردو خوان طبقہ روسی زبان سے قطعی ناواقف ہے۔ اور "سنٹرل ایشین ریویو" پڑھے لکھے طبقہ میں بھی عام نہیں ہے اس لئے درج ذیل سطور میں سنٹرل ایشین ریویو کی پیش کردہ معلومات کو نہایت اختصار کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ اردو دان حضرات کو بھی اس بات کا علم ہو سکے کہ روس میں اسلامیات کے موضوع پر کیا کیا اور کس نہج سے کام ہوا ہے؟

سمرفون نے اپنے مقدمہ میں سب سے پہلے تو اس بات پر روشنی ڈالی ہے اور اسی کو اس کتاب کے لکھنے کا اصل مقصد قرار دیا ہے کہ ایک طبقاتی سماج میں، سماج کی پیش رفت کے سلسلے میں مذہب ایک اہم اور فعال کردار ادا کرتا ہے جس سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا۔ سمرفون نے اپنے اس خیال کی وضاحت کے لئے مارکس، اینگلس، لینن اور اسٹالن کی تحریروں اور تقریروں سے اقتباسات دیتے ہوئے اپنی بات کہی ہے۔ انہوں نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی بھی صراحت کر دی ہے کہ روس میں اسلام اور اسلامیات پر جو کام ہوا ہے وہ دو طبقات کے مصنفین کی کاوشوں کا رہین منت ہے یعنی بورژوا مصنفین اور پروتاری مصنفین۔ انقلاب روس سے پہلے کے تمام مصنفین کو انہوں نے بورژوا قرار دیا ہے۔ مگر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ ان "بورژوا" مصنفین نے بھی بہت سے ایسے کام کئے ہیں جو حقائق پر مبنی ہونے کی وجہ سے علمی سرے سے ایک افسانے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سمرنوف کی کتاب کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان "بورژوا" مصنفین کے تحقیقی کاموں کا اس نقطہ نظر سے مطالعہ کیا جائے جو سوویت تاجیکی علوم کے مطالعے میں مدد و معاون ثابت ہوا اور اس بات پر روشنی ڈال سکے کہ روسی سماج کی پیش رفت میں مذہب اسلام کا کیا حصہ رہا ہے؟

"بورژوا" مصنفین کے علمی اور تحقیقی کاموں کا مطالعہ اجمیت کا حامل ہے لیکن اس اعتراض کے باوجود وہ روسی مصنفین کو خیردار کرتے ہیں کہ ان "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات، تعصبات اور تاثرات سے پر ہیں اور ان کے نزدیک یہ تمام تحقیقی کام "بورژوا خیال پرستی" کی ترویج و اشاعت میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں اس لئے پرولتاری روسی محققین کو ان تحقیقات کا مطالعہ کرتے وقت بڑی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ لینن کے نزدیک یہ ہے کہ "بورژوا مصنفین" جس مواد سے اپنے تحقیقی نتائج اخذ کرتے ہیں وہ تاریخی حقیقت کے تصور سے غاری ہوتا ہے۔ اس لئے ان لوگوں کی تحقیقات یہ بتانے سے قاصر ہوتی ہیں کہ نظریات کی دنیا میں اسلام کا حقیقی کردار کیا رہا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو سمرنوف کی زیر تذکرہ کتاب بھی اسی نقطہ نظر کی غماز ہے اور انہوں نے بھی "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات کا مطالعہ لینن ہی کے نقطہ نظر سے کیا ہے اس کتاب کو لکھنے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ اسلام شناسی کے سلسلے میں روسی محققین نے جو نئے نئے عناصر داخل کئے ہیں ان کا شرح و بسط کے ساتھ تعارف کرایا جائے۔ اور اگر کسی ایسی نظریے کے تحت ان تمام غیر عقلی، غیر سائنسی اور عینی باتوں کو بے نقاب کیا جائے جن سے "بورژوا" مصنفین کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ علاوہ بریں ان غلطیوں کی بھی نشان دہی کی جائے جو "بورژوا" مصنفین کی تحقیقات کی وجہ سے بعض روسی مورخوں اور فلسفیوں کے یہاں اسلام کی تعبیر، توضیح اور تشریح کرتے ہوئے درآئی ہیں۔

سمرنوف نے اپنے مقدمہ میں اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انقلاب روس کے بعد "انقلاب مخالف اور رجعت پسند" طاقتیں انقلابی قوتوں سے نبرد آزما ہونے لگیں۔ لینن نے اس نازک موقع پر اس بات پر زور دیا کہ جس حد تک ممکن ہو سائنسی بنیاد پر مذہب مخالف پروپیگنڈا کیا جائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ لینن نے اس احتیاط کا بھی مشورہ دیا کہ مذہب مخالف پروپیگنڈہ کرتے وقت نہ تو مذہب پر بڑھ چڑھ کر حملہ کیا جائے اور نہ مذہبی معتقدات ہی کے خلاف کوئی ایسی بات کی جائے جس کی وجہ سے اس کے ملنے والے برگشتہ خاطر ہو کہ "خیالی پلاؤ پکانے والے مذہبی معتقدات" پر مجتمع ہو جائیں۔ اسی لئے "بورژوا" مصنفین کی کتابیں اس زمانے میں بھی روس میں شائع ہوتی رہیں اور کم و بیش آج بھی یہ سلسلہ باقی ہے۔ اسی سلسلہ سخن میں سمرنوف نے امریکی سامراجیوں کو اس بات کے لئے قصور وار ٹھہرایا ہے کہ وہ آج بھی اپنی نسلی اور غیر انسانی پالیسیوں کے جواز کے لئے مذہب ہی کو آلہ کار بناتے ہیں اور اپنے اس عمل کے ذریعہ امن، جمہوریت، تمدن اور

ترقی کی مخالفت میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ اس لئے سمرنوف کے خیال میں ان حالات کی وجہ سے تمام سوویتوں مورخوں اور محققوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اس سرمایہ داری سے چل کر نبرد آزما ہوں جس کی نمائندگی اسلام کرتا ہے۔ بقول سمرنوف، مائیکوف نے پارٹی کانگریس کے انیسویں اجلاس میں سرمایہ داری کے بارے میں کہا تھا کہ " (یہ سرمایہ داری) خود بخود ختم نہ ہوگی۔ یہ اب بھی زندہ و پائندہ ہے۔ اور ممکن ہے آگے چل کر اس میں مزید اضافہ ہو۔ غالباً اسی لئے سٹالن نے کہا تھا کہ کمیونسٹ پارٹی مذہب کے سلسلے میں غیر جانب دار نہیں رہ سکتی وہ مذہبی تعصب کے خلاف تحریک چلائے گی۔

سمرنوف نے اپنی کتاب کے پہلے باب میں ان کتابوں سے بحث کی ہے جو انقلاب روس سے پہلے روسی مصنفین نے لکھی تھیں۔ اس باب کو سمرنوف نے تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ گیارہویں صدی سے لے کر تیرہویں صدی عیسوی تک کے زمانے کی تصانیف کے مطالعے پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصے میں چودھویں صدی کے اواخر سے اٹھارہویں صدی عیسوی تک کی کتابوں کے مطالعے کے لئے وقف ہے۔

مصنف کے قول کے مطابق روسیوں کو مشرق کے بارے میں جو اولین اطلاعات ملیں ان کا ماخذ بیشتر یونانی مصنفین کی تحریریں تھیں۔ علاوہ بریں مختلف سفرت ناموں کے ذریعہ بھی ان کو بہت کچھ جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا۔ ان دوما خدوں کے علاوہ روسیوں نے اپنے پڑوسی خانہ بدوش قبائل (غالباً تاجیکوں، ازبکوں، تاتاریوں، ترکوں، کمرغیزیوں اور ترکمنوں کی طرف اشارہ ہے) کے ذریعہ اسلام کے بارے میں واقفیت حاصل کی۔ یہ جس زمانے کا ذکر ہے اس زمانے کے روس میں کلیسا کو برتری حاصل تھی۔ چونکہ اسلام اور یہودیت دونوں ہی کو عیسائیت کا حریف و مد مقابل سمجھا گیا تھا اس لئے اس زمانے میں مذکورہ دونوں مذاہب کے مطالعے کا شوق بڑھا اور اس کے نتیجے میں بہت سی کتابیں عالم وجود میں آئیں۔

سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے نہ تو اس زمانے میں لکھی جانے والی کتابوں کے تمام درج کئے ورنہ ان کے مصنفین ہی کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ اس سلسلے میں اس نے کراچ کوٹ علی

(KARCHKOVSKI) کی ایک کتاب روس میں مطالعہ علوم عربیہ کی تاریخ کا اجمالی خاکہ (مطبوعہ ۱۹۵۰ء) کا حوالہ دیا ہے جس میں زمانہ زبیر بحث کی تصانیف پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ تبصرہ نگار نے صرف اتنا بتانے پر اکتفا کیا ہے کہ اس زمانے کی تصانیف زیادہ تر مسلمانوں کے عقائد، اخلاقیات اور رسوم و رواج سے بحث کرتی ہیں البتہ بعض کتبوں میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیات کا ناقدانہ جائزہ بھی لیا گیا تھا مگر اس نے یہ نہیں لکھا کہ یہ ناقدانہ جائزہ کس نوعیت کا تھا۔ اس لئے ہم بھی اس سلسلے میں کوئی تفصیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

چودھویں صدی عیسوی کے روس میں اسلام کا جو مطالعہ روسی مصنفین نے پیش کیا وہ اپنی

کیفیت اور کمیت دونوں کی وجہ سے خاصا اہم اور قابل لحاظ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب منگول اور خانہ بدوش قبائل مل جل کر اسلام کے جھنڈے تلے روس کے خلاف جنگ لڑ رہے تھے۔ اس جنگ کی وجہ سے روسیوں کے دل میں یہ خواہش بیدار ہوئی کہ وہ اسلام کا غائر نظر سے مطالعہ کر کے اس مذہب کے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کریں اس لئے اس دور میں روسی مصنفین نے اسلام پر بہت سی کتابیں لکھیں جب ۱۴۵۳ء میں ترکوں نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے اس کو اپنے زیر نگیں کر لیا تو اسلام کے مطالعہ پر روسی مصنفین اور زور دینے لگے۔ اور نئے نئے تراویوں سے اسلام کا مطالعہ کرنے لگے۔ اس سلسلے میں سمرنوف نے جس کتاب کو سب سے اہم قرار دیا وہ اٹانسی کی تین (ATANASI NIKITIN) کی کتاب ہے جس کا نام "تین سمندر پار کا سفر نامہ" ہے۔ یہ کتاب ۱۹۲۸ء میں ماسکو کی اکیڈمی آف سائنسز کی طرف سے شائع بھی کر دی گئی ہے۔

سمرنوف کے قول کے مطابق پندرھویں صدی عیسوی کے آغاز ہی سے بہت سی غیر ملکی زبانوں کی وہ کتابیں جو اسلام پر لکھی گئی تھیں روس میں ترجمہ ہونے لگیں۔ ان کتابوں میں سے بیشتر سیرت سے متعلق تھیں اور چند کتابیں ایسی بھی تھیں جن میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے بارے میں مفصل معلومات درج تھیں۔ لیکن بے سمرنوف نے ان میں سے بعض کتابوں پر تنقیدی نظر بھی ڈالی ہو۔ مگر چونکہ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے ان میں سے کسی کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں فراہم کیں اس لئے جب تک اصل کتاب سامنے نہ ہو ان کتابوں کے مصنفین یا خود کتابوں کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

پندرھویں اور سولھویں صدی عیسوی کا زمانہ وہ تھا جب کہ روسیوں نے آذربائیجان، ایران اور تہ کی مسلمان حکومتوں سے سفارتی تعلقات قائم کئے۔ اور ان ملکوں سے براہ راست تجارت بھی کرنے لگے۔ یہ وہی زمانہ ہے جب روسیوں نے اس بات کی بھی کوشش شروع کی کہ ہندوستان کے مثل حکمرانوں سے ان کے تعلقات استوار ہو جائیں۔ اور دونوں ملکوں میں آزادانہ تجارت بھی ہونے لگے۔ ان اسباب کی بنا پر اسلام اور اسلامی ممالک کے بارے میں علم حاصل کرنے کا روسیوں کا جذبہ مزید بڑھا۔ اس دور میں اسلام پر کتابیں لکھنے کے علاوہ روسی مصنفین نے مسلمانوں پر بھی کتابیں لکھنی شروع کیں جن میں سے دو کتابیں بہت اہم ہیں۔ ایک تو تیمور اور اس کی فتوحات سے بحث کرتی ہے اور دوسری ترکوں کی تاریخ ہے۔ جسے ایک روسی محقق نے لکھا ہے۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے ان کتابوں اور ان کے مصنفین کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں فراہم کیں۔ اس لئے ہمارے لئے یہ کہنا دشوار ہے کہ یہ کتابیں کس پائے کی ہیں اور کس حد تک روس کی اسلام شناسی کی پیش رفت میں ان کا حصہ ہے؟ سترھویں صدی عیسوی میں جب ترکوں نے بیڑ بڑھ کر روس پر حملے شروع کئے تو روسیوں کی یہ خواہش اور بڑھی کہ وہ اپنے "دشمن" کے مذہب اور کردار کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں تاکہ

ان کو اپنے ملک کی مداخلت میں آسانی ہو۔ اس زمانے میں روس میں اسلام پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ان میں سے بیشتر کتابوں میں اسلام کا مطالعہ ترک کی کے تناظر میں کیا گیا ہے۔ اور اسلام کو اس نقطہ نظر سے سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے جس نقطہ نظر سے ترک دیکھتے اور سمجھتے تھے۔

عمومی طور پر روس میں سپر اول کو اسلامی علوم کی پیش رفت اور ترقی کا بانی مبنی سمجھا جاتا ہے۔ مگر سمرنوف اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ سپر اول کے زمانہ سے بہت پہلے روس کے لوگ اسلام سے بخوبی واقف تھے اور اس زمانے کی بہت سی سرگزشتیں، سفر نامے اور دیگر علمی کتابوں کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنفوں نے روسی اور غیر روسی مآخذ کی مدد سے اسلام کے بارے میں حکمران طبقے اور کلیسا کے خیالات کا پتہ چلنا ہے اور ان کتابوں کا خاص رجحان مسلمانوں کے عقائد کی نفی کرنا، ان کو غلط ثابت کرنا اور عیسائیت کے مقابلے میں جادہ حق سے بھٹکا ہوا قرار دینا ہے۔ اس لئے ان کتابوں میں اسلام کو نہ برداشت کرنے کی روح جلوہ گر ہے۔ اور ان کی نیریں اہم میں یہ جذبہ کارفرما ہے کہ مملکت روس میں اس مذہب کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا جائے۔

رومیوں کے اس جذبے کی تسکین کے لئے ۱۷۰۲ء میں ایک مخصوص سکول قائم کیا گیا جس کا خاص مقصد مشرقی زبانوں کا مطالعہ اور اس کے ذریعے سے خود اسلام کا مطالعہ قرار دیا گیا تھا۔ اسی ادارہ کی طرف سے روس میں قرآن پاک کا سب سے پہلا روسی ترجمہ شائع کیا گیا۔ اس کے علاوہ حکمران کے حکم کے مطابق نظام اسلام پر بھی کتاب پیٹر زبرگ سے ۱۷۲۲ء میں شائع کی گئی۔ اسی زمانے میں پکینگ میں بھی اسی طرح کا ایک مذہبی ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ نے بھی اسلام کے بارے میں تحقیقی کتابیں شائع کیں جن کو سمرنوف کسی خاص وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

سمرنوف کے تجربے کے مطابق اٹھارھویں صدی کے نصف آخر میں روس کی سیاست ایک بحران سے دوچار ہوئی۔ اس بحران کی وجہ سے ایک نیا بورژواگر وہ اور ایک نیا روشن خیال طبقہ روس میں عالم وجود میں آیا۔ ان دونوں طبقات نے روس کی سماجی اور سیاسی زندگی پر اپنا اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔ سنٹرل الشین یو یو کے تبصرہ نگار نے روشن خیال طبقے کے دو افراد کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جن کے نام نومونو سوف اور رڈوش چیف ہیں۔

اول الذکر نے مادی روایات کی بنیاد ڈالی۔ اور ثانی الذکر نے اپنی ساری توجہ مشرق کے لوگوں کے مطالعہ پر مرکوز کی۔ سمرنوف کے قول کے مطابق اس عہد میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں ان میں سے بیشتر پر کلیسا کی نقطہ نظر کا غلبہ تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ ساتھ کچھ کتابیں ایسی بھی معرض وجود میں آئیں جن کو ترقی پسندانہ تصانیف کہا جاسکتا ہے۔ تبصرہ نگار نے دونوں طرح کی بعض کتابوں کے حوالے بھی دیے ہیں اور ان کے مصنفین کی بھی نشان دہی کر دی ہے۔ جن کتابوں کو اس نے ترقی پسندانہ کتابیں قرار دیا ہے۔ ہمارے نزدیک

ان کا براہ راست تعلق اسلام سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ کتابیں قفقاز، امارت بخارا اور قدیم وسط ایشیا کے عوام پر لکھی گئی ہیں جن میں اسلام کا تذکرہ ضمناً ہوا ہے۔ جب نیکولا اول کی روس پر حکمرانی ہوئی تو یہ ترقی پسندانہ رجحان رو بہ زوال ہونے لگا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس دور کے مستشرقین اپنی کتابوں میں اسلام کے بارے میں صرف سرکاری نقطہ نظر پیش کرتے۔ اس نے مانے کے مشہور روسی شاعر پوشکن نے اپنی جلاوطنی کے زمانے میں ایک کتاب ”مصنوعی قرآن“ کے نام سے لکھی۔ بقول سمرفوت یہ وہ پہلا ادبی کارنامہ تھا جس کی وجہ سے روس کے لوگ (غیر مسلموں سے مراد ہوگی) قرآن سے واقف ہوئے۔

اسی سلسلہ سخن میں پروفیسر بری زین کے تحقیقی کاموں کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مگر پروفیسر بری زین کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس کے نزدیک اسلام ترقی کی راہ میں ایک رکاوٹ تھا۔ بقول سمرفوت پروفیسر مذکور اس بات کو نہ سمجھ سکا کہ مریدیت کی تحریک نے جس کی مثال نام کے ایک شخص نے قفقاز میں کی تھی روس کی سیاسی پیش رفت میں کتنا اہم کردار ادا کیا ہے۔

سمرفوت نے اس بات کی بھی نشان دہی کی ہے کہ بری زین نے غلطی سے مریدیت کی تحریک کو اسلام سے جدا گانہ اور اسلام مخالف تحریک قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ بات خلاف واقعہ ہے اور وہ اس بات کو بھی نہیں سمجھ سکا کہ اس تحریک کو ”ترکی اور برطانیہ کی لپیٹ پناہی حاصل تھی۔ سمرفوت نے بری زین کی کتاب پر رائے زنی کرتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ:-

”وہ بھی اپنے دیگر معاصر مصنفین کی طرح اس نکتہ کو فراموش کر گیا ہے کہ مریدیت کی تحریک میں رجعت پسندانہ پہلو پوشیدہ تھے۔ اس تحریک نے فرد کی شخصیت کو امام اور امام کو خلیفہ کا ایسا تابع بنا دیا تھا کہ فرد کی اپنی شخصیت معدوم ہو کر رہ گئی تھی“

سمرفوت کے خیال کے مطابق یہاں خلیفہ سے مراد ترکی کا سلطان ہے۔ غالباً سمرفوت کو مریدیت کی تحریک میں ’پان ترکیت‘ کے اجزاء نظر آئے۔ اسی لئے انہوں نے اس تحریک کو رجعت پسندانہ قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ بری زین کی اس کتاب پر اس پہلو سے اعتراض کرنے کے باوجود انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ درج بالا کتابیں بہر حال معلومات کا خزانہ ہیں۔ ان سے مفید نتائج اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ اور ان کے ذریعے بہت سے حقائق کا پتہ چلا جاسکتا ہے۔

اس کے بعد سمرفوت نے روس کے مذہب مخالف رجحان (غالباً اسلام مخالف) کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ اس تحریک کو چلانے والے ”انقلابی جمہوریت پسند“ کے نام سے موسوم تھے۔ یہ تحریک ۱۸۴۰ء سے ۱۸۶۰ء تک اپنے عروج پر رہی جو مصنفین اس تحریک کے زیر اثر آئے اور انہوں نے اس سلسلے میں کتابیں لکھیں ان میں

چند نام یہ ہیں:- بیلنسکی - ہرنزن - چرنی شسکی - دو برو لیو بوٹ اور پیسارلین - ان میں سے دو برو لیو بوٹ نے خاص طور سے اسلام کو اپنے مطالبے کا موضوع بنایا۔ اور اسلام کی مخالفت میں کتابیں لکھیں۔ واشگلن اورنگ نے ایک کتاب "حیات محمد" کے نام سے لکھی تھی جس پر تبصرہ کرتے ہوئے دو برو لیو بوٹ نے آئی حضرت کی شخصیت کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ یہ شخصیت تاریخی وقوعات کی شاہ کمافی (MAIN SPRING) نہیں ہے۔ دو برو لیو بوٹ کے ایک مقالے کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس میں اس نے قفقاز پر روسی حملے کی اہمیت پر پتہ لگایا ہے۔ اس مقالے میں دو برو لیو بوٹ نے مریدیت کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بارے میں سمزوف کا خیال ہے کہ "متعدد روسی مورخین کے مقابلے میں دو برو لیو بوٹ کا یہ مقالہ مریدیت کے بارے میں حقائق پر مبنی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی فہم و فراست کا بھی غماز ہے۔ اس مقالے میں دو برو لیو بوٹ نے یہ بھی لکھا ہے "مریدیت کسی بھی لحاظ سے کوئی نیا مذہب نہیں ہے۔ یہ اسلامی عقائد اور اعمال پر مبنی ہے جس سے قفقاز کے کومستانی لوگ ایک عرصے سے واقف تھے لیکن اس زمانے تک قفقاز کے کومستانی اس پر عامل نہ تھے۔"

اس مقالے کے آخر میں دو برو لیو بوٹ نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ سنٹر ایشین ریویو کے تبصرہ نگار کے قول کے مطابق یہ ہے "قفقاز کی تاریخ ہمارے سامنے جو حقائق پیش کرتی ہے اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ (یہ وقوعات) نہ تو شامل جیسی شخصیت کے ناگہانی ظہور سے عالم وجود میں آئے اور نہ مریدیت سخت عقائد ہی نے روس کے خلاف قفقازیوں کے دل میں بغاوت کا جذبہ بھڑکایا۔ اس بغاوت کا اصل سرچشمہ قفقازیوں کی روسی غلبہ کے خلاف نفرت کا جذبہ ہے۔"

سمزوف نے ایک آذربائیجانی، مرزا فتح علی اخوندوف (۱۸۱۲-۱۸۷۸ء) کا خاص طور سے ذکر کیا ہے جس کی اسلام مخالف کتابیں روس کے اسلام مخالف طبقے کے نظریات کی تقویت کا سبب بنتی رہیں جس کی اسلام مخالف طبقے کے نظریات کی تقویت کا سبب بنتی رہیں اور ان کو اسلام مخالفت کی راہ دکھاتی رہیں۔ سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے نہ تو فتح علی اخوندوف کی کتابوں کے نام لکھے ہیں اور نہ ہی اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ اس کی اسلام مخالفت کس نوعیت کی تھی۔ اس لئے ہم اس کے بارے میں مزید کچھ کہنے سے قاصر ہیں البتہ اس سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں نام نہاد مسلمانوں میں ایک چھوٹا سا طبقہ ضرور پیدا ہو چکا تھا جو اسلام مخالفت میں غیر مسلموں کا ساتھ دے رہا تھا۔ اسی طرح اسی عہد کے ایک قازق، چوکن وئی خانوف (۱۸۳۵-۱۸۶۵ء) کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور اس کو اسی صدی کے اہم مصنفین میں شمار کرتے ہوئے اس کی اس کتاب کا خاص طور سے تذکرہ کیا گیا ہے۔ جس میں اس نے اسلام کے اس رول پر سخت تنقید کی ہے جو اسلام نے وسط ایشیا کے تارشاہی روس کے قبضے میں آنے سے پہلے وسط ایشیا میں انجام

دیا تھا۔ ولی خانوف کا ایک معاصر ابراہیم ال تن مرین (IBRAHIM ALTYN SARIN) ۱۸۸۹ء تا ۱۸۸۹ء جو ولی خانوف ہی کی طرح ایک قانع تھا۔ اس صدی کا دوسرا اسلام دشمن مصنف ہے۔ ابراہیم کے سلسلے میں تبصرہ نگار نے کوئی خاص معلومات فراہم نہیں کیں۔ اس کی کتابوں کا بھی تذکرہ نہیں کیا جس سے اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس کی اسلام دشمنی کس نوعیت کی تھی؟

دوبرو لیو یوف اور آخوندوف کی تحریروں کو سمرنوف نے بہت سراہا ہے اور ان کو روسی ادبیات کا سائنسی ادب قرار دیتے ہوئے ان کی معنویت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔ ابھی تک ہم نے جو کچھ عرض کیا ہے اس سے یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ قدیم زمانہ ہی سے روس میں اسلام شناسی کے عنوان سے جو کام ہوئے ہیں وہ زیادہ تر مذہب مخالف تھے۔ ان کتابوں کا اصل مقصد اسلام کے نظام، عقائد اور اس کی اصل اور بنیاد پر اعتراضات کا انبار لگانا اور اس کی من مانی توہین، تشویش اور تعبیر کرنی تھی۔ انیسویں صدی میں جب کہ روس کی سیاست خود ایک بحران کا شکار تھی۔ اسلام مخالفت کی لہر میں خاصی جولانی آئی۔ اور اس کو طوفانی بنانے میں بعض نام نہاد مسلمانوں نے بھی حصہ لیا جن میں سے چند کے نام اوپر درج کئے جا چکے ہیں۔

سمرنوف نے اپنی کتاب کا دوسرا باب ”عہد سرمایہ داری میں اسلام کا مطالعہ کے عنوان سے لکھا ہے۔ یہ باب دو ذیلی عنوانات پر منقسم ہے۔ پہلا ذیلی عنوان ان تحریروں سے بحث کرتا ہے جو مارکس اور اینگلز نے اسلام پر ہونے والوں کاموں کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ہم درج ذیل سطور میں دونوں ذیلی عنوانات کی اہم باتوں کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

پہلے ذیلی عنوان کے تحت سمرنوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت مختصر ہے۔ سب سے پہلے تو انہوں نے مارکس اور اینگلز کی تصانیف میں اسلام کے بارے میں جو حوالے ملتے ہیں ان سب کو جمع کر دیا ہے اس کے بعد انہوں نے اینگلز کی کتاب ”ابتدائی عہد کی عیسائیت کی تاریخ کا ایک تعارف“ سے ایک اقتباس نقل کرتے ہوئے اس ذیلی عنوان کو ختم کر دیا ہے۔ اینگلز کے اقتباس میں یہ کہا گیا ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کو مشرق کے لوگوں بالخصوص عربوں نے اختیار کیا ہے۔ اس کے ماننے والے اگر ایک طرف وہ شہری ہیں جن کا پیشہ تجارت ہے تو دوسری طرف وہ صحرا نورد قبائل ہیں جو بدو کے نام سے موسوم ہیں۔ اسی کی وجہ سے وقفہ وقفہ سے ان دونوں طبقات میں تصادم ہوتے رہے، شہری افراد روز بروز امیر سے امیر تر ہوتے گئے۔ قیعشات کے متوالے بنتے گئے پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ احکام شریعت کی بجا آوری سے کوتاہی برتنے لگے۔ دوسری طرف بدو غریب کے غریب رہے اور اپنی غربت کے نتیجے میں اپنے عقائد میں بختہ سے بختہ تر ہوتے گئے۔ انہوں نے اپنے اخلاقی نظام سے سہرئو انحراف نہیں کیا۔ اور مذکورہ تعیش مسلمانوں سے نہ صرف برگشتہ خاطر ہو گئے بلکہ نفرت بھی کرنے لگے۔ اسی نفرت

کے جذبے کے تحت وہ ایک پیغمبر (مہدی) کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ تاکہ اسلام کے ان گھسٹھیوں کو سزا دے کر اسلام کے عقائد و اعمال کی عظمت رفتہ کو بحال کریں اور اس کے نتیجہ میں ان منخرفوں کی دولت پر قبضہ کریں۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ سو سال کے بعد وہ خود اس عالم میں آ گئے جس میں ان کے حریف مبتلا تھے۔ اس لئے عقائد کی ایک نئی تاویل و تفسیر لازمی قرار پائی۔۔۔۔۔ پھر ایک سنگم (۶) اٹھا اور وہی کھیل نئے سرے سے کھیلا گیا۔ یہ تحریکیں مذہب کی غیر واضح دھند سے نمودار ہوتی ہیں مگر ان تحریکوں کے عالم وجود میں آنے کا اصل سبب معاشی ہوتا ہے لیکن جب بھی یہ تحریکیں کامیاب و کامران ہوتی ہیں۔ تو وہ گزشتہ معاشی حالات پر کوئی اثر ڈالے بغیر گزر جاتی ہیں۔

اینگلز کے درج بالا خیال پر نقد و تبصرہ کا یہ محل نہیں ہے۔ نہ ہی مہدیت کی تاریخ دہرانے کی یہاں کوئی ضرورت محسوس ہوتی ہے اینگلز کی اس تحریر کے حوالے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ اسلام کی کس کس طرح تعبیر و تشریح کی گئی ہے اور اس کے نظام عقائد و اخلاق کے ڈانڈوں کو کس طرح معاشیات سے ملانے کی کوشش ہوتی رہی ہے۔ اس کے وجود وہ طبقہ جو خود کو اسلام کا امین کہتا ہے ان تشریحات کا جواب دینا تو درکنار ان کے وجود سے بھی بے خبر ہے۔ مرنوٹ نے مارکس اور اینگلز کی جو تحریریں اس مختصر حصے میں نقل کی ہیں ان کا لپ باب صرف اتنا ہے کہ بورژوا طبقہ مذہب کے ذریعے عوام کا استحصال کرتا رہا ہے، اس طرح درپردہ وہ حکومت وقت کا بھی آلہ کار بنتا اور عوام کو یہ سبق پڑھاتا کہ دنیاوی زندگی کے شدید جھیلے جاؤ تاکہ تم کو آسمانی دنیا میں راحت و سکون مل سکے۔ اس نقطہ نظر پر علمی انداز سے بحث کی جاسکتی ہے۔ اور یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ مذہب پر جو الزامات عائد کئے گئے ہیں ان کی اصلیت کیا ہے؟ لیکن چونکہ اس وقت روس میں اسلامیات پر ہونے والے کاموں کے بارے میں گفتگو کی جا رہی ہے اس لئے اس بحث سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

اس باب کے دوسرے حصے میں مرنوٹ نے ۱۸۶۰ء سے لے کر ۱۸۹۰ء تک کی ان اہم تصانیف کا جائزہ لیا، جن کا کسی نہ کسی طرح اسلام سے تعلق ہے مصنف نے اس باب کی ابتداء میں یہ بات واضح کی ہے کہ سرمایہ داری کے عروج کے ساتھ ساتھ طبقاتی کش مکش بھی بڑھ گئی۔ جس نے روس کے تمدن اور شرفیات کے مطالعے سب کو متاثر کیا۔ یہ تو درست ہے کہ اس دور میں علم کو حکومت کی سرپرستی حاصل تھی۔ مگر اس دور کے علم کا فریضہ یہ تھا کہ وہ "زاریت" اور اس کی نوآبادیاتی پالیسیوں کی نہ صرف مدافعت کرتا رہے بلکہ اس کو حق بجانب بھی قرار دیتا رہے۔ اسی وجہ سے بقول مرنوٹ یعنی فلسفہ اور مذہب پر خاصا کام ہوا لیکن اس کے باوجود مرنوٹ کے نزدیک علم کی ترقی رک گئی۔ اور اس زمانے کے روسیوں کی علمی روایت کوئی ترقی پسندانہ اقدام نہ کر سکی وہ مصنفین جو مارکس اور اینگلز کی تحریروں سے متاثر تھے اور ان کی روشنی میں شرفیات پر مزید کام کر سکتے تھے۔ ان کو حکومت کی طرف سے اس کام سے باز رکھا گیا۔ اور ان کو اس بات کی اجازت نہ دی گئی کہ وہ لوگ اس نعرے کے مشرقی

ممالک کے افراد کو ”پنج ذات“ کے لوگ تصور کرتے تھے۔ اس زمانے کے جن روسی مستشرقین کے تحقیقی کام اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ گرگور لیٹ۔ کاظم بک۔ روزن۔ سب لوکوت۔ زوکوسکی، بقول سمرفون ان مصنفین کی تصنیفات بالعموم اسلام کے سیاسی اور سماجی افکار و اعمال سے بحث کرتی ہیں۔ یہ تمام مباحث مصنفین کے براہ راست مطالعوں کا نتیجہ ہیں مگر ان میں ”سائنسی نقطہ نظر“ کا فقدان ہے۔ اسی زمانے کے ایک مصنف والدی میر سولویف کی کتاب ”مجدد، حیات اور مذہبی تعلیمات“ کا سمرفون نے بطور خاص تذکرہ کرتے ہوئے اس پر سخت اعتراضات کئے ہیں۔ سب سے پہلے تو انہوں نے مصنف کی اہمیت گھٹانے کے لئے مصنف کو صوفی اور فلسفی کے لقب سے نوازا ہے۔ بعد ازاں حقائق کے نقطہ نظر سے انہوں نے اس کتاب کو بے قدر و قیمت قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چونکہ خدا پر اندھا اعتقاد رکھنے والوں، رجعت پسندوں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشن کو خدائی مشن جاننے والوں میں یہ کتاب بہت مقبول ہوئی۔ اس لئے سائنسی نقطہ نظر سے یہ کتاب بے قدر و قیمت ہے۔ علاوہ برائیں اس کتاب میں مذہب اسلام کی تشریح و تبیین جو کچھ مادی نقطہ نظر سے نہیں کی گئی ہے اس لئے اس کتاب کی مزید ترویج و اشاعت سے اس بات کا خطرہ ہے کہ یہ روس میں ”مطالعات علوم اسلامیہ“ کو نقصان پہنچائے گی۔ سمرفون نے صرف اپنی اعتراضات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے مشہور روسی مستشرق بار تھولڈ سے بھی شد و مد کے ساتھ اختلاف کیا ہے۔ جنہوں نے لکھا تھا:-

”سولویف کی کتاب روسی زبان میں سیرت پر لکھی گئی کتابوں میں بہترین کتاب ہے۔“

سمرفون نے بار تھولڈ کے اس خیال کو ان کی غلطی سے تعبیر کیا ہے۔ اور اس کی وجہ ان کے اس نقطہ نظر کو قرار دیا ہے جو بار تھولڈ تاریخی عمل کے بارے میں رکھتے تھے۔

سمرفون نے اس طرح ۶۶ کتابوں سے بحث کی ہے۔ یہ ساری کی ساری کتابیں ۱۸۵۳ء سے لے کر ۱۸۹۸ء تک کے عرصے میں لکھی اور شائع کی گئی تھیں۔ ان تمام کتابوں کے مواد کو سمرفون نے نہ صرف غیر سائنسی قرار دیا ہے بلکہ ان کا شمار ان کتابوں میں کیا ہے جن کو روس کی زار شاہی نے اپنے آلہ کار کے طور پر استعمال کیا۔ سمرفون کی اطلاع کے مطابق یہ کتابیں ”مشرقی اور مسلم مخالف شعبہ“ کی طرف سے شائع کی گئی تھیں۔ جس ادارہ کی طرف سے یہ کتابیں شائع کی گئی تھیں اس کے نام ہی سے ظاہر ہے کہ ان کتابوں کا مقصد اصل و حقیقی اسلام کا مطالعہ نہ رہا ہوگا۔ بلکہ یہ کتابیں اس لئے لکھی گئی ہوں گی کہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں ان کے مذہب کے خلاف شک و شبہات پیدا کر کے ان میں مسیحیت کی تبلیغ کی جائے۔ غالباً اسی وجہ سے ان تمام کتابوں کو سمرفون نے غیر سائنسی رویہ کی حامل کتابیں کہا ہے۔

اگرچہ انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر حصہ میں بہت سے بورژوا مصنفین نے اپنے شرمیلیات کے

علم میں خاصا اضافہ کر لیا تھا۔ اور اپنے مطالعے کے نتیجے میں اچھی خاصی تعداد میں کتابیں بھی لکھی تھیں۔ لیکن ان کتابوں پر سہر نفوت کو یہ اعتراض ہے کہ یہ کتابیں نہ صرف یہ کہ فلسفیانہ نوعیت کی ہیں بلکہ عینی فلسفہ کی غمانری بھی کرتی ہیں۔ اس لئے ان مصنفین کے طریق مطالعہ اور ان کے خیالات سے ترقی پسند مصنفین نے اختلاف کیا۔ جن کو اس زمانے میں "انقلابی جمہوریت پسند" کہا جاتا تھا۔ عمومی طور پر اس دور میں اسلامیات پر جو کام ہوئے ہیں ان کو عام روسی تحقیقات سے کہیں فروتر اور پست سطح کا قرار دیا گیا ہے۔

اس کتاب کا تیسرا باب ۱۸۹۵ء سے لے کر ۱۹۱۷ء تک کی تصانیف کے مطالعے پر مشتمل ہے۔ اس دور کو سہر نفوت نے خسروی دور سے موسوم کیا ہے۔ اس باب کے ابتدائی حصہ میں لینن اور اسٹالن دونوں کی تحریروں کی تبصیر و تشریح کی گئی ہے۔ جو "مذہب اور قومی کلچر" کے موضوع پر ہیں۔ لینن اور اسٹالن دونوں کی تحریروں میں مسلسل اس بات پر زور دیتی ہیں کہ وہ مذاہب جو مستقل بنیادوں پر قائم ہیں ان کے خلاف ایک نہ ختم ہونے والی جنگ کرنی چاہئے۔ تاکہ ہر قوم اور ہر ملک میں ایک جمہوری سوشلسٹ تمدن عالم وجود میں آئے۔ کیونکہ یہ مذاہب ان عوام کا استحصال کر رہے ہیں جو پہلے ہی دبے دبائے، کچلے کچلائے ہیں۔

لینن نے اس سلسلے میں خاص طور سے اسلام کا نام لیا ہے اور مشرقی عوام کے لئے کہا ہے کہ صرف سامنتی حکمران، زمین دار اور بورژوا طبقہ ہی استحصال نہیں کر رہا بلکہ مذہب اسلام بھی نہ صرف یہ کہ ان کا استحصال کر رہا ہے بلکہ دوسرے استحصال کرنے والوں کا معاون و مددگار بھی ہے۔

سہر نفوت نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ خسروی دور میں زراویوں نے "قومی آزادی" کی جو جنگ چھیڑی تھی اس کے اثرات اس زمانے کی روسی بورژوائی تاریخ نویسی پر بہت گہرے پڑے ہیں۔ اس دور میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پہلے حصے میں تو آسٹروموف، چیری وینسکی اور زوینیکوف کی کتابیں آتی ہیں۔ ان مصنفین کے بارے میں خاص طور سے اس بات کی نشان دہی کی گئی ہے کہ یہ لوگ "شناہی رجعت پسند کیپ" سے چپکے ہوئے ہونے کے ساتھ ساتھ کلیسا کے بھی معاون و مددگار تھے۔ دوسرے حصے میں روزن بارخوولڈ، ڈوکوسکی اور وینیکوف کی کتابیں شامل ہیں۔ ان مستشرقین کو "نام نہاد علمی مستشرق" قرار دیا گیا ہے اور ان کو جو مقام و مرتبہ حاصل تھا اس کو غیر سیاسی مقام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جہاں تک دوسرے گروہ کے مصنفین کی تحریروں کا تعلق ہے ان کے بارے میں سب سے بڑا اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ یہ تحریروں میں تاریخی حتمل کو سمجھنے سے بالکل قاصر ہیں ان کے مصنفین نے نہ تو طبقاتی کش مکش کو سمجھا ہے اور نہ ہی عوامی مسائل کو۔ علاوہ بریں انہوں نے نہ تو اسلام کو صحیح طور پر سمجھا ہے اور نہ ہی اس کو صحیح طور پر (مصنف کے نقطہ نظر سے) پیش کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ سہر نفوت نے بارخوولڈ کو بے بسی اور

کرا چکوسکی کی تصانیف کو روسی مصنفین کے لئے اہمیت کا حامل بتایا ہے لیکن اس کے باوجود کراچکوسکی کی تصنیف پر یہ کہہ کر اعتراض کیا ہے کہ اس کی تحریروں میں بہت سے وہ عناصر ملتے ہیں جو بورژوا مصنفین کی تحریروں کا خاصہ ہیں۔ مصنف نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جس طرح بورژوا مصنفین غیر ملکی مستشرقین کی کتابوں سے استفادہ کر کے نتائج اخذ کرتے ہیں اسی طرح کراچکوسکی نے بھی کیا ہے اس لئے ہمنوف کے نزدیک اس کی کتاب ناقص رہ جاتی ہے۔

ہمنوف نے ”سیاسی مصنفین“ اور روس کے سب سے بڑے مستشرق یار حقولڈ کے کارناموں کا جائزہ لینے سے پہلے دوسرے طبقے کے بعض مصنفین کی تصانیف کا مبسوط و مفصل جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں مصنف نے روزن کا بھی نام لیا ہے۔ روزن نے خود اسلام پر کسی غیر معمولی اہمیت کی کتاب نہیں لکھی لیکن اس کی اہمیت دو وجوہ سے ہے۔ اول تو یہ کہ ”قازان کی مذہبی اکیڈمی“ کی طرف سے جو اسلام مخالفت لٹریچر شائع کیا تھا اس پر اس نے بھرپور اور موثر تنقید لکھ کر اس لٹریچر کی خامیوں کو اجاگر کیا ہے۔ دوم یہ کہ اس نے ایسے شاکر دوں کی تربیت کی جو آگے چل کر علم کی دنیا میں نہایت نام آور ہوئے اور اپنے گہرے علمی نقوش روسی زبان و ادب پر چھوڑ گئے۔ روزن کے شاکر دوں میں مدنیوف اے۔ ای۔ شمشینی بونن اور کراچکوسکی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان لوگوں میں شمشینی نے ”ایک مذہب کی حیثیت سے اسلام کی تاریخ کا مجمل خاکہ“ کے عنوان سے ایک مبسوط مقالہ لکھا۔ جو ”میرا سلام“ (دنیائے اسلام) نامی رسالہ میں شائع ہوا۔ شمشینی کے علاوہ کرمیسکی نے بھی اسلام پر متعدد کتابیں لکھیں جن کے نام سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے نہیں لکھے۔ کرمیسکی اپنے تبصرے کی باوجود اسلام کے اس اصل حقیقی مقام کو متعین کرنے میں ناکام رہا ہے جو اس کو مشرقی عوام میں حاصل تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کی تحریریں اپنی جگہ پر انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ اور ان کے مطالعے سے اس زمانے کی روسی فکر کو سمجھا جاسکتا ہے۔

اس دور میں باہیوں اور بہائیوں پر بھی متعدد روسی عالموں نے کتابیں لکھیں۔ بتشکوف۔ امانٹس۔ زاکوسکی اور باکولن کے نام اس ضمن میں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ تبصرہ نگار کے قول کے مطابق باکولن اور بعض دوسرے مصنفین بہائیت اور بابیت کے فرق کو نہ سمجھ سکے۔ اور غلط سمجھتے کا شکار ہو گئے۔ ان کی نظر اس بات تک مطلق نہ پہنچ سکی کہ بابیت اور بہائیت دونوں کے الگ الگ عقائد ہیں۔ باکولن نے اپنی کتاب میں اس بات کی بھی کوشش کی ہے کہ وہ ناصر الدین شاہ قاجار کے قتل کے جرم میں باہیوں کو بری کر دیں۔

باکولن کی بہائیت پر جو کتاب ہے اس کو وہ مکمل نہ کر پائے تھے کہ ان کی موت ہو گئی۔ ان کے مرنے کے بعد زاکوسکی نے ان کے جمع کردہ مواد کو مرتب کر کے شائع کیا۔ اس کتاب کی ایک اہمیت یہ بھی ہے کہ اس میں ایک ایسا خط بھی حوالہ کے طور پر نقل ہوا ہے جس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ فارسی کی مشہور اور مقتول شاعرہ

قرۃ العین طاہرہ کا دستخطی ہے۔ بابیوں اور بہائیوں کے علاوہ اس دور میں روسی زبان میں اسماعیلیوں پر لکھی گئی کتابیں لکھی گئیں جن میں سے دو مصنفین یوہانسکی اور سمرفوت کی کتابیں علمی حلقوں میں وقعت کی نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ سمرفوت نے ۱۹۱۲ء میں "دنیلے اسلام" میں شغنان کے اسماعیلیوں کے مذہبی معتقدات پر ایک مقالہ شائع کیا تھا جس کی علمی حلقوں میں خاصی پذیرائی ہوئی تھی۔ اسی زمانے میں بعض اور اہم کتابیں روسی عالموں کے قلم سے عالم وجود میں آئی۔ مثلاً کنزسکی کی کتاب "اسلام میں تصوف" (سمرفوت ۶-۱۹۰۶ء) اور کے سمرفوت کی کتاب "اہل ایران ایرانی مذہب کا ایک محل خاکہ" (تفلس ۱۹۱۵ء) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار کی تحریر پڑھ کر کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کنزسکی نے اسلامی تصوف کی مختلف شاخوں پر نظر ڈالتے ہوئے "درویشیت" سے خاصی بحث کی ہے۔ اور اس کو منفی رجحانات کا حامل قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تبصرہ نگار کو یہ شکایت باقی رہتی ہے کہ وہ تصوف کے اس غلط پہلو کا پردہ فاش کرنے میں ناکام ہے ہیں۔ جس نے مشرقی ممالک کے عوام کو رجعت پسندانہ خیالات کا حامل بنا دیا ہے۔ سمرفوت نے اپنی مذکورہ بالا کتاب کا مواد زیادہ تر فارسی ماخذ سے حاصل کیا ہے۔ لیکن تبصرہ نگار کے نزدیک سمرفوت نے اسلام اور شریعت کے بارے میں اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ "قدیم دفع" کا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ غیر ملکی مصنفین کی رباہوں سے اتنا متاثر ہو گئے ہیں کہ اسلام اور شریعت کے بارے میں خود اپنی کوئی رائے قائم نہیں کر سکے۔ سمرفوت کی دوسری اہم کتاب جو اسی دور کی یادگار ہے "درویش اور ان کا سیاسی کردار" کے نام سے لکھی گئی ہے۔

سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اس بات کی طرف خاص طور سے اشارہ کیا ہے کہ جب ۱۹۰۵ء میں روس کا پہلا انقلاب ناکام ہو گیا تو زار شاہی نے اپنی ساری طاقت و قوت کو مجتمع کر کے کمیونسٹ پارٹی اور پروتلاریوں سے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ اس زمانے میں اسلام کے بارے میں جو کتابیں روس میں لکھی گئیں ان میں سے بیشتر میں اس خوف و خطر کا اظہار کیا گیا کہ "اسلامی قوتیں" ابھر رہی ہیں۔ اور یہ روسیوں کے لئے پریشانی کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے چیریونسکی کی کتاب "دنیلے اسلام اور اس کی بیداری" کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے اپنے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ:-

"ہم کو یہ بات مان لینی چاہئے کہ یہ کوئی مستقل بنیاد پر قائم ہونے والا مذہب نہیں ہے بلکہ یہ صرف ایک مذہبی اور سیاسی ادارہ ہے جو اپنے کٹی اور عالمگیر ہونے کا مدعی ہے جو کسی اور مذہب کا ادعا نہیں ہے۔"

اس کتاب میں مصنف نے پے درپے اس بات کی کوشش کی ہے کہ وہ اسلام کو عیسائیت کے مقابلے میں فروتر ثابت کرے۔ اور اس بات پر زور دے کہ جب تک قرآن اسلامی دنیا میں رہنمائے مطلق کی حیثیت سے باقی رہتا ہے اس وقت تک نہ تو دنیلے اسلام کی بیداری کی توقع کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس بات کی کہ وہ مسیحیت کو سنجیدگی

سے سمجھنے کی کوشش کرے گی۔ اس خیال کی بازگشت ان تمام کتابوں میں ملتی ہے جو خسروی دور کے روس میں اسلام پر لکھی گئی ہیں۔ اسی نوعیت کی ایک اور کتاب قابل ذکر ہے جس کو زونکوٹ نے "اسلام" کے نام سے چار جلدوں میں لکھا ہے سنٹرل ایشین ریویو کے تبصرہ نگار نے اس کتاب کے مواد کو بہر حال دلچسپ مواد قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس کتاب کا بیشتر مواد اپنے وسط ایشیا کے عارضی قیام کے زمانے میں جمع کیا تھا۔ تبصرہ نگار نے اس سے زیادہ اس کتاب کے بارے میں معلومات درج نہیں کیں جس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ کس قدر ایک اسلام مخالف کتاب ہے۔

اس دور کا ایک دوسرا صنعت این۔ ٹی۔ آسٹرموف اسلام مخالف کے علاوہ مسلمان مخالفت میں بھی پیش پیش تھا۔ آسٹرموف، زار روس کی نوآبادیاتی پالیسی کا پرچوش مبلغ تھا۔ اور اس کی ساری کوششیں یہ تھیں کہ غیر روسی اقوام (ترک، تاتار، تاجک، اورزبک، ترکمن وغیرہ جو سب کے سب مسلمان تھے) میں نہ تو اپنی قومیت کی شناخت کا کوئی جذبہ ہو جائے نہ ہی وہ اپنے تمدن کے تحفظ کی طرف مائل ہوں نہ ان کی زبان ایک آزاد زبان کی حیثیت سے پیش رفت کی راہوں کو طے کرتے پائے۔ ان کو عوام کی جہالت اپنی جگہ برقرار رہے اور جس طرح بھی ممکن ہو ان تمام اقوام کو "روسیا" لیا جائے تاکہ ان کی شناخت باقی نہ رہ سکے۔

آسٹرموف نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک کے پانچ برسوں کے عرصے میں متعدد کتابیں لکھیں جو اس کے اسی نقطہ نظر کی غمازی کرتی ہیں۔ اس کی کتابوں کا نقص یہ بتایا گیا ہے کہ یہ کتابیں اس کے مخصوص مذہبی رجحانات کی ترجمان ہونے کے ساتھ ساتھ ہر طرح کے تنقیدی محاکموں سے عاری بھی ہیں وہ نہ تو نئے سائنسی طریق تحقیق سے واقف ہے اور نہ اسلام کے اصل اور بنیادی مآخذ ہی سے۔ اسی وجہ سے اس کی ساری کتابیں پایہ اعتبار سے ساقط ہیں۔

سمرنوف نے ان مصنفین کا ذکر کرنے کے بعد روس کے سب سے بڑے مستشرق، بار تھولڈ کی تحقیقات و تصانیف کا بڑے مفصل انداز سے جائزہ لیا ہے۔ بار تھولڈ ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے اور انقلاب روس کے بارہ سال بعد ۱۹۳۰ء میں مرے۔ اس طرح ان کو دو طرح کے نظام حکومت کو دیکھنے اور ان کے تحت زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ بار تھولڈ کا اصل موضوع تحقیق تاریخ اور بالخصوص مشرقی ممالک کی تاریخ ہے۔ ان کی تاریخی تصانیف خواہ وہ زار روس کے عہد کی ہوں خواہ انقلاب کے بعد کے عہد کی۔ آج بھی تاریخ دانوں کے حلقوں میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں اور ان کی شہرت بڑھتی۔ مشرقی ممالک پر مسلسل کام کرنے کی وجہ سے ان کو اسلام سے بھی واقفیت ہوئی۔ اور انہوں نے اس واقفیت کے نتیجے میں اسلامیات پر بعض ایسی کتابیں لکھیں جو روس کی مطالعہ علوم اسلامیہ کی دنیا میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ بقول سمرنوف، اگرچہ انہوں نے انقلاب روس کے بعد بارہ برسوں تک ایک محقق کی حیثیت سے بہت قابل قدر کارنامے انجام دیے۔ بالخصوص ان بارہ برسوں میں انہوں نے سوویت روس کی مشرقی ریاستوں کے عوام کی تاریخ پر تحقیقی کاموں کا انبار لگا دیا۔ اس کے باوجود اس زمانے میں بھی ان کو ایک بورژوا عالم سمجھا جاتا تھا اور

بھی انہیں مستشرقین کے بورڈ و امکتب فکر کا ایک نمائندہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس مقام پر ہم بار تھولڈ کے تاریخی نظریہ سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اسلام کے بارے میں ان کے نظریے کو ایک جملہ میں بیان کرتے ہیں۔ اسلام نہ تو کسی مخصوص مبحث فکر کا حامل ہے اور نہ ہی سماجی رشتوں کا پابند۔ اپنے اسی نقطہ نظر کی وجہ سے وہ اسلام کے طبقاتی کردار کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں۔

اس زمانے میں اسلامی دنیا میں تجدد کی جو تحریکیں چلی رہی تھیں بار تھولڈ نے ان کو بھی اپنے مطالعے کا موضوع بنایا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ان تحریکوں کے عالم وجود میں آنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اسلام اور مسلم تمدن پر یورپی ممالک کی طرف سے پے در پے حملے ہو رہے ہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ تحریکیں عہد وسطیٰ کے نظام زندگی سے بھی بغاوت کر رہی ہیں۔ کیونکہ ان کا مذہبی طبقہ عام مسلمانوں کو عہد وسطیٰ کے نظام زندگی کا تابع بنانا چاہتا ہے۔ بار تھولڈ بھی انہی لوگوں کے ہم خیال ہیں جو ”پان اسلامی“ تحریک کو امریکی اور برطانوی سامراجیوں کی سازش سمجھتے ہیں۔ اس ضمن میں بار تھولڈ کا خیال یہ ہے کہ یہ دونوں طاقتیں اس تحریک کی درپردہ مدد اس لئے کر رہی ہیں تاکہ اس کے غالب آجانے کے بعد روس کے آس پاس کی اور وسط ایشیا کی مسلم ریاستوں کو اپنی نوآبادی بنا سکیں۔

انقلاب روس سے کافی پہلے بار تھولڈ نے مسلمانوں کے فرقہ ”مروانیوں“ پر ایک کتاب لکھی تھی بار تھولڈ کے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے اس کتاب کا ذکر بہت کم کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کا بنیادی مواد بار تھولڈ نے سمرفوت کے اُس مقالے سے حاصل کیا ہے جو سمرفوت نے شنگھائی کے اسماعیلیوں کے مذہبی معتقدات پر لکھا تھا۔ سمرفوت نے بار تھولڈ کی اس کتاب پر اپنی کتاب کے دوسرے حصے میں بحث کی ہے۔ ہم بھی اس بحث کا خلاصہ اس کتاب کے دوسرے حصے کا جائزہ لیتے وقت پیش کریں گے۔

ان مسنفین اور ان کی تحقیقات پر محاکمہ کرنے کے بعد سمرفوت نے ان اداروں کا مختصر ملکہ جامع جائزہ لیا ہے جو انیسویں صدی کے نصف آخر سے لے کر بیسویں صدی کی ابتدا تک روس میں اسلام شناسی کے لئے قائم کئے گئے تھے۔ جن کا مقصد یہ قرار دیا گیا تھا کہ شریعت کے مطالعے کو مزید آگے بڑھایا جائے۔ لیکن چونکہ یہ ادارے ”سرکاری“ ضروریات کو پورا نہیں کرتے تھے اس لئے ۱۹۰۷ء میں حکومت وقت کی طرف سے اسلام شناسی کا ایک ادارہ قائم کیا گیا۔ جس کا مقصد یہ قرار دیا گیا کہ روسی سماج کو مشرقی ممالک کی روحانی زندگی اور مادی ضروریات سے واقف کرایا جائے۔ اور مشرقی ممالک اور روس کے درمیان بہتر تعلقات پیدا کئے جائیں۔ ۱۹۱۲ء میں اس ادارہ کی طرف سے اس کا پہلا ترجمان ”میر اسلام“ (دنیا سے اسلام) کے نام سے شائع کیا گیا جس کے ایڈیٹر بار تھولڈ تھے مگر بار تھولڈ کو محقق محض سمجھا گیا۔ اور ۱۹۱۳ء میں اس کی ادارت پوزدنی سیف کے سپرد کی گئی اور اس میں پان اسلامیہ بیان زاریت جیسے موضوعات پر مقالے شائع ہوتا شروع ہوئے۔ ۱۹۱۵ء میں بار تھولڈ نے ایک دوسرا سالہ — (بقیہ صفحہ ۵۷ پر)

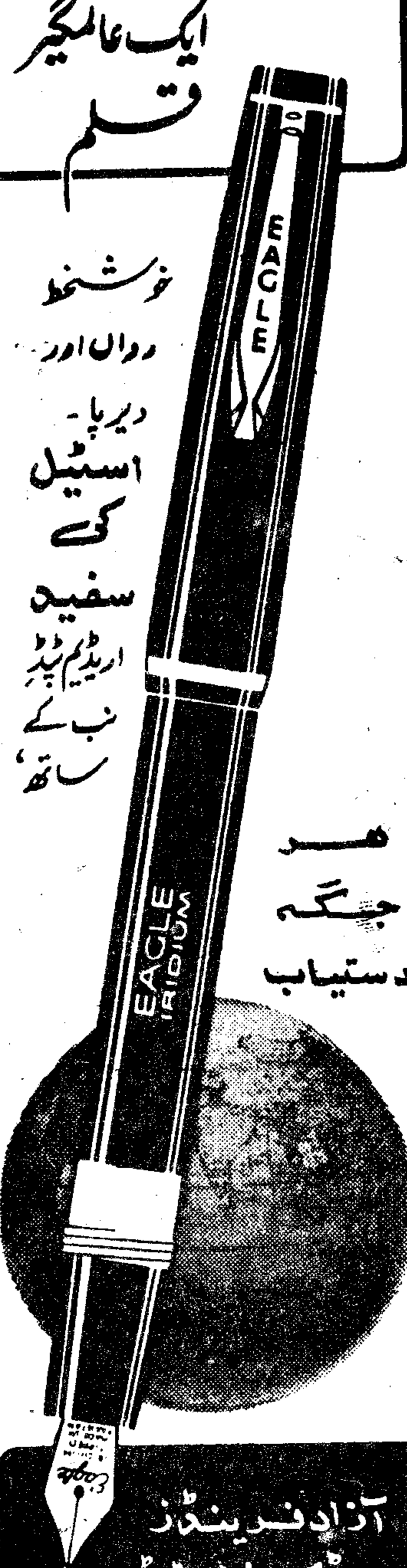
© rasailoraid.com

ایگل

ایک عالمگیر
قسم

خوشخط
دراں اور
دیرپا۔
اسٹیل
کے
سفید
ایڈیم پٹ
نب کے
ساتھ

ہر
جگہ
دستیاب



آزاد فرینڈز
اینڈ کمپنی لمیٹڈ